حدیثِ دلبراں

پرکاش چند مہرہ

جملہ حقوق بہ حق مصنّف محفوظ

0168,INPRI,1
x7

ACENO
7671

ناشر : مرکزِ ادب، رتنا دلی مال روڈ، امرتسر
بارِ اوّل : پانچ سو
مطبع : یونین پریس، دہلی
قیمت : ایک روپیہ

تعارف ہونے کا فخر حاصل ہوا۔

حضرات قبلہ جناب جوش ملسیانی صاحب، جناب جوش ملیح آبادی صاحب جناب جگر مراد آبادی صاحب، جناب میلارام وفا صاحب۔ جناب ساغر نظامی صاحب، جناب ڈاکٹر شفا گوالیاری صاحب، جناب طفیل ہوشیار پوری صاحب جناب عرش ملسیانی صاحب، جناب کنور مہندر سنگھ بیدی صاحب و دیگر شاعر حضرات صاحبان کی نظر عنایت مجھ پر اکثر رہی۔

خاص طور پر جناب حضرت جوش ملسیانی صاحب نے کرم فرمایا اور مجھے شاگردی کی عزت بخشی۔ اور میرے کلام پر اصلاح دیتے رہے میں ان کا احسانمند ہوں۔

مجھے مناسب الفاظ نہیں مل رہے ہیں جن سے میں شکریہ کے دلی جذبات کا اظہار کر سکوں۔ اس شرف کے لیے جو محترم حضرات جناب جوش ملسیانی صاحب، جناب ڈاکٹر شفا گوالیاری صاحب، جناب طفیل ہوشیار پوری صاحب اور جناب عرش ملسیانی صاحب نے مجھے بخشا ہے۔ میرے کلام سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کر کے۔ میں نہیں جانتا کہ کس حد تک میں اس کا مستحق تھا۔ یہ ان کی محبت اخلاص و ذرّہ نوازی ہے۔ تحریری الفاظ جذبات قلب کی صحیح ترجمانی بدشوار کر سکتے ہیں، کم از کم میرا قلم ان کے اظہار سے قاصر ہے۔ میں ان کا

نہایت ممنون ہوں یہ کتاب ان حضرات اور احباب کی فرمایش کا ہی نتیجہ ہے۔

رتنا ولی۔ مال روڈ امرتسر
۲۳ مئی ۱۹۶۹ء

پرکاش چند مہرہ پرکاش

رائے بہادر پرکاش چند مہرہ پرکاش

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

ہے وقفِ ستم زندگانی ہماری
فقط درد و غم ہے کہانی ہماری
کبھی دل کا رونا کبھی جان کا غم
اک آفت تھی گویا جوانی ہماری
کہوں کیا یہ روداد ناگفتنی ہے
خدا را نہ سنیے کہانی ہماری

کبھی دل کو لوٹا کبھی نقد جاں کو
یہ اچھی ہوئی پاسبانی ہماری
بہت منتیں کیں بہت کی سماجت
مگر ایک اس نے نہ مانی ہماری
ندامت ہے اپنی جفا پر اب اس کو
نہیں جائے گی بدگمانی ہماری
ندامت ہے اپنی جفا پر اب اس کو
اثر کر گئی خوش بیانی ہماری
شہادت سے بھی اس نے محروم رکھا
مصیبت ہوئی سخت جانی ہماری
سنو اب نہ پرکاش کا قصۂ غم
بہت سن چکے ہو زبانی ہماری

مستی سے جھومتے نظر آتے ہیں لالہ زار
کیا مے برس رہی ہے یہ اے ابر نوبہار
ساقی کی چشمِ فیض سے محروم ہی رہا
کیا زاہدوں میں اس نے مجھے کر لیا شمار
میں تشنہ کام لوٹ کے آیا ہوں بزم سے
صد حیف جام مجھ تلک آیا نہ ایک بار

وعدے یہ سب فضول ہیں جب تک نہ آؤ گے
اس بے قرار دل کو نہ آئے گا کچھ قرار

وعدے سب ان کے حضرتِ دل اک فریب ہیں
ہرگز نہ کیجیئے گا کبھی ان پہ اعتبار

چاہا جو دل نے تم کو تو دل کی خطا تھی یہ
تم نے سمجھ لیا مجھے ناحق قصور وار

کیوں شکوے کر رہے ہیں وہ ہر روز خواب میں
سوتے ہیں کیوں مجھے وہ ستاتے ہیں بار بار

لے بیٹھے ہو یہاں بھی شکایت مرے خلاف
غیروں کے رو برو مجھے کرتے ہو شرمسار

ان کی بلا سے کوئی مرے یا کوئی جیے
چھوڑیں گے وہ نہ اپنے تغافل کو زینہار

چھینا کسی کا صبر تو لوٹا کسی کا ہوش
وہ راہ چلتے چلتے بھی کرتے ہیں لوٹ مار

کہتے بھی ہو کہ مجھ سے کوئی واسطہ نہیں
پھر میرے خواب میں بھی تم آتے ہو بار بار
پرکاش کے جنوں کی کیفیتیں نہ پوچھ
سینہ تو تھا فگار گریباں تھا تار تار

مرے باغِ محبّت کا بکھر جانے دو شیرازہ
نہ ہوں گے پھول جب اس میں نہ ہوگا شوقِ دل تازہ
تجاہل جن کی عادت ہو تغافل جن کا شیوہ ہو
مرے دردِ جدائی کا کریں گے کیا وہ اندازہ
لگا کر زخم کاری کیوں ہوا اب منّت کشِ درماں
مرے زخمِ جگر کو آپ رہنے دیں تر و تازہ
وہ کس کے قتل کرنے کو یہ ساماں جمع کرتے ہیں
کہیں مہندی، کہیں کاجل، کہیں سرمہ، کہیں غازہ

انتساب

ابوالفصاحت قبلہ جوش ملسیانی

کے نام

نہ دل میں صبر کا یارا نہ تن میں ہے سکت باقی
ترے کوچے میں آنے کا اٹھایا خوب خمیازہ
الٰہی روزِ محشر پرسشِ اعمال کیسی ہے؟
مرے عصیاں کا باعث تھا تری رحمت کا آوازہ
غلط ثابت ہوا پر کاش دعوئے باریابی کا
بہت دیں دستکیں! لیکن کھُلا ان کا نہ دروازہ

مجھ کو جفا قبول ہے بے شک وفا نہ ہو
لیکن خدا کے واسطے مجھ سے خفا نہ ہو

خوگر وہ ظلم کے ہیں نہ بیٹھیں گے چین سے
جب تک جفا مرے لیے حد سے سوا نہ ہو

دعوت وہ دے رہے ہیں مجھے گھر پہ غیر کے
دھوکا نہ ہو فریب نہ ہو یہ دغا نہ ہو

پائی ہیں دردِ عشق میں دل نے وہ لذّتیں
جی میں ہے ایسے درد کی کوئی دوا نہ ہو

وہ میری عرضِ حال پہ کہتے ہیں چپ رہو
پر کاش اس طرح بھی کوئی بے صدا نہ ہو

عزیزالقدر غفور کو یہ اشعار واشنگٹن
تحریر کیے تھے

تم تو دیارِ غیر میں مے نوشیاں کرو
اور ہم تمہاری یاد میں خونِ جگر پییں
تم کو تو مہ رخوں میں ملے لطف زندگی
ہم بے قرار ہو کے تمہارے لیے جییں
آئی بہار پھر ہوا جوشِ جنوں کا دور
کب تک ہم اپنے چاک گریباں کو اب سییں

اکتوبر ۱۹۵۲ء میں جب کچھ طبیعت ناساز ہوئی، تو متعلقہ ڈاکٹروں نے اسے ضعفِ دل سے منسوب کیا، تو اسی وقت یہ اشعار ان کی نذر کیے گئے

اپنے گمان و وہم کا کچھ کیجیئے علاج
کہتے ہو دردِ دل جسے وہ دل بھی ہے کہیں
مدّت ہوئی غریب کو مجھ سے جدا ہوئے
کہاں ہے کس جگہ ہے پتا اس کا کچھ نہیں

پہلے تلاش اس کی ہو فکرِ علاج پھر
کیوں وقت ضائع کرتے ہو بے فائدہ یوں نہیں

ملتا نہیں اگر وہ تو دلبر کو ڈھونڈھیے
ڈھونڈو تو مل ہی جائیگا ہوگا یہیں کہیں

تم مجھ گناہگار کی کیا پوچھتے ہو بات
ہے کونسا گناہ جو میں نے کیا نہیں

آیا ہے جھوم جھوم کے ابرِ بہار آج
توبہ نہ ٹوٹ جائے کہیں کردگار آج
کس ناز سے وہ آئے ہیں ساغر لیے ہوئے
دیکھیں گے کون رہتا ہے پرہیزگار آج
دیوانہ وار اب نہ پھرے گا یہ دل کہیں
پھندا بنا ہے گیسوئے خم دار یار آج

کیوں مے کشی کروں مرے ساقی مجھے بتا
تیری نگاہِ مست کا جب ہوں شکار آج

ہے کس کا انتظار کہ بیٹھے ہیں بام پر
کیا وجہ بے نقاب ہوا روئے یار آج

گزری ہے کیا کہو بھی تو کچھ ماجرائے شب
کچھ غمزدہ ہوا اور ہو کچھ شرمسار آج

اے شوخ تیری چال کی مستی کو دیکھ کر
پرکاش بھی تو ہو گیا بے اختیار آج

برسا ہے زور شور سے ابرِ بہار آج
دیکھی ہے شانِ رحمتِ پروردگار آج
اے عندلیب اتنی ہے کیوں بے قرار آج
آمد ہے فصلِ گل کی نہ ہو سوگوار آج
کس نے ستم سہے ہیں کسی کے فراق میں
یہ موسمِ بہار ہے کس پر نثار آج

قسمت تو دیکھیے مری، گذری ہے مجھ پہ کیا
غم ہائے روزگار گلے کا ہیں ہار آج
پھر اس کی یاد نے مجھے بے چین کر دیا
پھر آنکھیں اشکِ غم سے ہوئیں آبشار آج
تو نے ستم سہے جو ہیں گل کے فراق میں
ہے موسمِ بہار بھی تجھ پر نثار آج
جب کی گئی ہے ترکِ وفا پھر یہ ظلم کیا
کیوں مجھ کو یاد آتے ہو تم بار بار آج
برباد کی ہے عشقِ بتاں میں تمام عمر
پر کاش زندگی تو کچھ اپنی سنوار آج

صبر و قرار دولتِ ایماں کہاں ہے اب
نذرِ حضورِ عشق میں وہ کر چکا ہوں سب
صحرا نوردیاں مری ممکن نہیں ہیں اب
شوریدگی جو سر میں تھی وہ جا چکی ہے سب
ان کی نگاہ ناز نے گھائل جو کر دیا
جامِ مئے حیات ملا مجھ کو بے طلب

تعارف

پرکاش امرتسری

آپ کا نام شری پرکاش چند، ذات مہرہ، پرکاش تخلص اور رائے بہادر خطاب ہے۔ آپ رؤسائے پنجاب میں ممتاز و معزز ہیں۔ آپ فخر روزگار اور موقّر خاندان کے نامور رکن ہیں۔ آپ کے دادا رائے بہادر سردار کلیان سنگھ شری دربار صاحب امرتسر کے سربراہ تھے۔ والد رائے بہادر لالہ رتن چند مہرہ او، بی، ای ممبر کونسل پنجاب آنریری مجسٹریٹ اور نائب صدر بلدیہ امرتسر۔ خود اعلیٰ درجے کے سخن فہم، سخن سنج اور رئیس تھے۔ اس طرح پرکاش صاحب کو علمی شغف بزرگوں سے ورثے میں ملا ہے۔ آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور سے تعلیم حاصل کی۔ مغربی اور مشرقی علم و ادب سے کماحقہٗ واقف ہونے کے ساتھ ساتھ آپ بالغ نظر محب وطن اور منصف مزاج ہیں۔ آپ دو بار بلدیہ امرتسر کے صدر منتخب ہو چکے ہیں۔ اور لگاتار پچیس برس سے اس کے ممبر چلے آتے ہیں۔ درگیانہ مندر ہندو سبھا، راگ سبھا، امپرومنٹ ٹرسٹ، روٹری کلب، ڈسٹرکٹ ویلفیئر کلب اور دوسرے کلبوں کے انتظام و انصرام میں آپ کا کافی دخل و عمل ہے۔ تپ دق کا ایک بڑا کلینک چوک ملکہ قیصری باغ امرتسر آپ کے

کس روز میرے حال پہ تم نے نگاہ کی
مجھ کو نگاہِ لطف سے دیکھا تھا تم نے کب
کب آرزوئے دل کو کیا تم نے شاد کام
وعدہ جو کر چکے تھے وہ ایفا کیا ہے کب
وہ زلف پیچ پیچ اور انداز حشر خیز
دیکھا تو اڑ گئے مرے ہوش و حواس سب
پرکاش سے نہ پوچھیے کیفیت جنون
ہے بات ہی کچھ ایسی کہ کھلتے نہیں ہیں لب

قطعہ

کیا شبِ غم کی سحر ہوتی نہیں
زندگی یوں تو بسر ہوتی نہیں
کاش ہوتی زندگی ہی مختصر
غم کی شب جو مختصر ہوتی نہیں

قطعہ

دورانِ سفر جنوبی ہند و سیلون (لنکا) مندرجہ ذیل قطعہ لکھا گیا۔

منظر جو میں نے دیکھے ہیں کیوں کر کروں بیاں
جس آنکھ نے دیکھے ہیں وہ رکھتی نہیں زباں
لکھوں انھیں میں خط میں تو لاؤں کہاں سے لفظ
مشکل پہ بھی محال کا ہونے لگا گماں

اگر وہ صنم مجھ سے بے زار ہوگا
تو پھر اپنا جینا بھی دشوار ہوگا
اگر کچھ نہ ان کو سروکار ہوگا
تو پھر زندگی سے کسے پیار ہوگا
مرا دل ہی جب مجھ سے بے زار ہوگا
تو کون اس جہاں میں مرا یار ہوگا
کمی کا تو کیا ذکر الفت کے غم میں
یہ بیمار دل اور بیمار ہوگا

اگر در سے ٹھکرا دیا تم نے ہم کو
ٹھکانا کہاں اپنا سرکار ہوگا

مری جان پر بھی بنا دی ہے جس نے
وہ محبوب کیا اک ستمگار ہوگا

ملاقات پر کس کو معلوم تھا یہ
کہ اک بے وفا سے مجھے پیار ہوگا

نہ دل پر ہے قابو نہ دلدار بس میں
گذارہ تو دو دن کا دشوار ہوگا

مقدر ہی نامہربان ہو گیا ہو
تو پھر کون اپنا طرف دار ہوگا

نہ دیر و حرم سے ہے اب واسطہ کچھ
جبیں کے لیے اب درِ یار ہوگا

تغیّرِ جہاں میں کچھ آیا ہے ایسا
یہاں رہنا پر کاش دشوار ہوگا

خلشِ انتظار

مری جاں مجھ کو سمجھا دو یہ کیا وعدہ پرستی ہے
تمہاری دید کو یہ آنکھ مدّت سے ترستی ہے
تمنّاؤں کا ماتم ہے گھٹا غم کی برستی ہے
مری یہ زندگی کیا ہے کوئی ویران بستی ہے
اگر آؤ تو یہ بستی مری آباد ہو جائے
نہیں تو عین ممکن ہے کہ یہ برباد ہو جائے

مرے دل میں سما کر کیوں نظر سے دُور رہتے ہو
نقاب اوڑھے ہوئے پھرتے ہو کیوں مستور رہتے ہو
نہ جانے کیا سبب ہے اس قدر مغرور رہتے ہو
کسی مجبور کو ملنے سے کیوں معذور رہتے ہو

خطا کی کون سی میں نے جو مجھ سے بیوفائی کی
ملا ہے یہ صلا اس کا کہ تم سے آشنائی کی

کیا اقرار تھا تم نے بوقت نزع آؤں گا
تمہارے درد کا درماں بھی اپنے ساتھ لاؤں گا
جو مشکل زندگی کی ہے اسے آساں بناؤں گا
معالج بن کے آؤں گا مسیحا بن کے آؤں گا

مگر تم نے قسم کھالی ہے میرے پاس آنے کی
نہیں معلوم تم کو کچھ مرے دل پر بنی کیسی

بڑھا تھا رنج و غم دل کا بڑھی تھی بیقراری بھی
نہ آنے سے ہوئی مجھ کو پریشانی بھی خواری بھی
تمہاری شرطِ وعدہ پر لگی تھی جاں کی بازی بھی
مگر وعدہ خلافی پر وہ بازی میں نے ہاری بھی
جو تھی پرکاش کی پروا تو بہتر تھا کہ آجاتے
مرا غم دور کر دیتے گلہ دل کا مٹا دیتے

میری شامِ زندگی ہے اختتامِ زندگی
ہو چکا لبریز اب تو اپنا جامِ زندگی

محفلِ رقص و سرود اور منظرِ حسن و جمال
کی بسر ان مشغلوں میں صبح و شامِ زندگی

اس قدر راہِ وفا میں مَیں نے کھائیں ٹھوکریں
ہو گیا اب تو بہت مشکل قیامِ زندگی

جس بتِ کافر نے میری زندگی برباد کی
اس سے لوں گا حشر کے دن انتقامِ زندگی

تیری چشمِ مست کا ساقی ہوا اتنا اثر
لڑکھڑاتا ہی رہے گا اب تو گامِ زندگی

غرق کر بحرِ محبت میں تو اپنے آپ کو
زندگی چاہے تو سن لے یہ پیامِ زندگی

دوست اے پرکاش جب داغِ جدائی دے گئے
کس لیے پھر کر رہا ہے اہتمامِ زندگی

نہ بھولوں گا جب تک میں پہلی کہانی
بہ مشکل کٹے گی مری زندگانی
طلب پھر ہے سامانِ عشرت کی دل کو
میں لاؤں کہاں پھر سے جوشِ جوانی
مرا حافظہ چھین لے یا الٰہی
نہ یاد آئے مجھ کو وہ عہد جوانی

موقّر خاندان کی نیک دلی، دریا دلی اور خدمتِ خلق کے جذبے کا زندہ ثبوت ہے۔ آپ صلح و آشتی کے علمبردار، اخلاق اور اطوار ہر پہلو سے حمیدہ اور ہر طبقہ میں مقبول ہیں۔ کانگرس سے دیرینہ وابستگی ہے۔

۱۹۳۸ء میں بلدیہ کے نامزد ممبر تھے۔ آپ نے حکّام کے دباؤ کے کے باوجود سرکارِ انگلشیہ کے عتاب سے بے پروا ہو کر شری سبھاش چندر بوس کے خیر مقدم کی تحریک کو امرتسر کے بلدیہ میں کامیاب کیا۔ اب بھی کانگریس کے برگزیدہ ممبر ہیں۔ اور قوم و وطن کی خدمت میں پیش پیش ہیں۔ آپ اپنے کلام پر مدت سے قبلہ جوشؔ ملسیانی سے اصلاح لیتے ہیں۔ انجمن ترقی اُردو امرتسر کے صدر ہیں۔ اس سال آپ نے معذرت چاہی تھی۔ جس پر انجمن کے اصحاب نے انھیں سرپرست چُنا ہے۔

پرکاش صاحب کی شخصیت دلنواز بھی ہے اور حسین بھی۔ اُردو سے آپ کو عشق ہے۔ شاعری نہ ان کا پیشہ ہے نہ جنون۔ یہ تو محض گاہ گاہ ذاتی لطف لینے کے لیے وہ شعر کہتے ہیں۔ بیان میں سادگی اور جذبہ ہے اس دَور میں ایسے بزرگ بھی مغتنمات میں سے ہیں۔

عرشؔ ملسیانی

دہلی

۲۳ جولائی ۱۹۶۹ء

دلِ گم شدہ کا پتا کچھ نہ پایا
بہت خاک کوئے صنم کی بھی چھانی
جفاؤں کا خوگر ہوا ہے مرا دل
مبارک ہو اب آپ کو جاں ستانی
فدا ہو گیا ہوں تری بے رخی پر
گلہ کیا کرے اب مری بے زبانی
نہ تھی مجھ کو معلوم راہِ حقیقت
مجازی ہی نے مجھ پہ کی مہربانی
ہو پرکاش کو اب ترے غم سے الفت
یہی اس کے خوابوں کی ہے ترجمانی

دل کے جگر کے زخموں پہ کتنا نکھار ہے

اے دوست سیر کر یہ عجب لالہ زار ہے

یہ لالہ زار جان کے دھوکا نہ کھائیے

گل زار یہ نہیں ہے دل داغدار ہے

اس بُت کی ہر ادا پہ ہے جان و جگر فدا
اک میں نہیں ہوں سارا زمانہ نثار ہے

موجِ خرامِ یار کی گل کاریاں تو دیکھ
کس آب و تاب پر یہ دلِ داغدار ہے

اس دور آخری میں یہ رنگیں مزاجیاں
میرے لیے تو فصلِ خزاں بھی بہار ہے

پرکاش کے مزار پہ آکر وہ بعد مرگ
یہ پوچھتے ہیں کہیے تو کیا حالِ زار ہے

محرومِ دل لگی سے ہو جب میری زندگی
پھر کس امید پر مجھے پروا ہو جان کی
کیا فائدہ ہے شوکت و شان و شکوہ کا
حاصل نہ ہوں جو محفلیں عیش و نشاط کی
خواہش رہے نہ عشقِ مجازی کی دل میں اب
یارب بسر ہو تیری پرستش میں زندگی

یارب ترے کرم میں تو کوئی کسر نہ تھی
اعمال بد کی میرے ہی مجھ کو سزا ملی

وہ بُت شریکِ محفلِ اغیار کیوں نہ ہو
جب ہجر کی جلن مری قسمت میں ہو لکھی

گو طبع بد مزاج ازل سے ہوئی نصیب
پھر بھی پسند ہے مجھے ہر بُت کی بے رخی

پرکاش صبر و ہوش سے محروم کیوں نہ ہو
یارانِ باوفا گئے یاد ان کی رہ گئی

یہ سب سے پہلی غزل ہے۔ جو ماہِ مئی سنہ ۱۹۳۰ء میں موزوں
ہوئی اور بزمِ سروش میں پڑھی گئی۔

کس طور بے قرار دل آئے قرار میں
جس کی تمام شب ہو کٹی انتظار میں
مصروفِ کار ہے کوئی بوس و کنار میں
مصروف ہم ہیں ماتمِ جانِ فگار میں

اے یاس دل نہ توڑ ڈبو دوں گا دو جہاں
جاری ہے سیلِ اشکِ غمِ انتظار میں

دل کیا دیا تجھے کہ بلائیں ہزار لیں
ایسا بشر ملے گا نہ تجھ کو ہزار میں

پرکاش تیرے نالوں نے بیتاب کر دیا
مضمر ہے کیسی برق دلِ بے قرار میں

تجھ سے بلند بخت ہے ابر سیاہ پوش
وہ برقِ در کنار ہے تو غم کا زہر نوش
میں کس طرح مٹاؤں دل و جاں کی تلخیاں
وہ شخص کیا کرے کہ جسے عقل ہو نہ ہوش
جب یاس و رنج و غم سے ہوئی تلخ زندگی
رہتا ہے روز و شب مجھے اب شغل ناؤ نوش

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

مجھ کو خدنگ ناز سے جب کر دیا شہید
تو خوف سے وہ بھاگ گیا ہو کے پا بدوش
میں ان سے بے نیاز ہوں وہ مجھ سے بے نیاز
دونوں طرف سے ختم ہوا ربطِ چشم وگوش
تاب و تواں پہ ناز تھا پر کاش کو بہت
اس بت کا جلوہ دیکھتے ہی اڑ گئے تھے ہوش

قطعہ

اے کردگار مجھ سے ہوئی کون سی خطا
جس کے لیے جناب نے دی مجھ کو یہ سزا
کچھ چن لیے حضور نے اپنی پسند کے
کچھ مجھ سے دور ہو گئے یارانِ باوفا

اظہار رائے

آنجہانی ڈاکٹر شفا گوالیاری صاحب بھوپال

رائے بہادر حضرت پرکاش امرتسری صاحبِ علم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ دل بھی ہیں۔ اس لیے ان کی غزلوں اور نظموں میں خلوص و محبت کی شعاعیں جلوہ گر ہیں۔

آپ کا شمار پنجاب کے ممتاز شعرا میں ہوتا ہے۔ اور آپ بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ آپ کے کلام میں وہ تمام خصوصیات ہیں جو ایک مکمل شاعر کے یہاں ہونا چاہیے۔

ظاہر ہے کہ جس کی عمرِ شاعری ۴۰ سال کے قریب ہوگی۔ اس کے یہاں خیال میں سلجھاؤ، بیان میں ستھراؤ اور زبان میں صفائی ہونا ہی چاہیے پرکاش صاحب ویسے ہر صنفِ سخن پر قادر ہیں۔ مگر غزل کی طرف جھکاؤ زیادہ ہے۔ اور فنی کمالات اسی صنف میں آپ کے یہاں بہت زیادہ نمایاں ہیں۔ سوز و گداز اور اثر جو غزل کی جان ہے۔ کوئی کمی نہیں ہے۔ آپ کے کلام میں غمِ دوراں اور غمِ جاناں کا ایک حسین امتزاج

وہ شوخ ہو رہا ہے مرے دل کا درد مند
خوبی نصیب کی ہے کیا مجھ کو جو پسند

اس بے وفا کے کاکلِ پیچاں میں قید ہوں
لیکن مجھے زمانہ سمجھتا ہے ارجمند

سوز و گداز عشق نے رسوا کیا مجھے
قسمت کی بات ہے کہ ابھی تک ہوں ارجمند

کیا رہ گیا ہے اور جو مانگوں خدا سے میں
قسمت ملی ہے نیک ملا دل ہے دردمند
اس بت کی بدمزاجی و شوخی کو کیا کہوں
دنیا نظر میں ہیچ ہے اتنا ہے خودپسند
اس آستاں پہ کٹتا ہے سر جانتا ہے یہ
پھر بھی دلِ حزیں ہے اسی در کا مستمند
پرکاش دوستوں کو بھی دیکھا ہے طعنہ زن
یہ زندگی ہے یا کسی دشمن کا زہرخند

ترے در کی جبیں سائی سے مجھ کو ہے پشیمانی
جگر کا داغ تھا پہلے ملا اب داغِ پیشانی
تری چشم عنایت کیوں ہوا کرتی ہے غیروں پر
بھلا جنسِ گراں کی بھی کبھی ہوتی ہے ارزانی
مجھے معلوم تھا وہ بُت جفا جُو ہے ستمگر ہے
اسی کو دے دیا پھر دل ہوئی یہ سخت نادانی

یہ کیا کم خوش نصیبی ہے کہ ہو مقبولِ عالم تم
تمہارا سنگِ دل ہونا بڑی ہے مجھ کو حیرانی

غمِ ہجراں میں کی ہے اشکباری اس قدر ظالم
ہوئی ہیں خشک آنکھیں ایک قطرہ بھی نہیں پانی

اڑا کر لے گیا دل کو وہ دلبر شوخ چالوں سے
دلِ ناداں کی گو میں نے بہت کی بھی نگہبانی

ہزاروں منّتیں اور التجائیں کیں بھی اے پرکاش
مگر اس بے وفا ظالم صنم نے کچھ نہیں مانی

انسان کی ہستی ہے کیا یہ کچھ نہیں ہیں جسم و جاں
بس روح کی پرواز ہے اور ایک مشتِ استخواں

لیے پھرتا ہوں اس کم بخت دل کو ہر جگہ ہر سُو
کہ اس کے درد کا درماں کہیں سے مجھ کو مل جائے

کیوں تجھ کو فکرِ دَہر ہے کیوں فکرِ کائنات
پر کاش اب تو ختم پہ آئی تری حیات

غیروں کے ساتھ قہقہے مجھ سے نہ ایک بات
جلتا رہا میں شمع کی صورت تمام رات

سرزد ہوا ہے مجھ سے کیسا گنہ خدایا
اٹھتا نہیں ہے سر سے رنج و الم کا سایا

خواہش تو عمر بھر تھی یہ قلب مطمئن ہو
لیکن کسی طرح بھی دل نے نہ چین پایا

رسوائیوں میں میری شاید کسر ہے باقی
حیرت ہے آج اس نے محفل میں ہے بلایا

جینے کا لطف کیا ہے جب دل ہی مر چکا ہو
جینے کے رنج و غم نے دل کو بہت ستایا

فیضِ کرم سے تیرے بخشے گئے ہزاروں
پر کاش کیوں نہیں ہے رحمت کو تیری بھایا

رنج و غم و الم کے زمانے تو ہیں مگر
عیش و طرب کے دن مجھے یکسر بھلا گئے
اس دور میں یہ زندگی مشکل کٹے گی اب
شامِ اجل کے سایے جو آب مجھ پہ چھا گئے

غیروں کی دشمنی و عداوت کا ذکر کیا
اپنے جنہیں سمجھتا تھا بیگانے بن گئے
بیگانگی و بے رخی کا ان کی کچھ نہ پوچھ
میری مخالفت پہ ہمیشہ وہ تن گئے
شعر و ادب کی محفلیں اور شغلِ رقص و رنگ
وہ یار دوست چل دیئے وہ اہلِ فن گئے

مجھے کیوں لکھا ہے سلامِ محبّت
بناؤ نہ مجھ کو غلامِ محبّت
تری چال میں مَیں نہ آؤں گا ہرگز
بہانہ ہے یہ سب کلامِ محبّت
نہ جب دل میں تیرے کشش کوئی ہوگی
ملے گا نہ کچھ تجھ کو دامِ محبّت

قمر پر پہنچنا تو ممکن ہوا ہے
نہ پہنچے گا منزل پہ گامِ محبّت
ہے معلوم تجھ کو تری بے رخی پر
نہ لوں گا کبھی انتقامِ محبت
ہے پرکاش کا تجربہ عمر بھر کا
رہے لڑکھڑاتا یہ گامِ محبت

مرنے پہ عذاب تو ملے گا
جینا بھی عذاب ہو گیا ہے

ملتا ہے۔ مسائلِ حیات و کائنات کی جھلکیاں اور طنز کی نشتریت ہلکی ہلکی جگہ جگہ نظر آتی ہے۔

انسان پرستی، خلق و رواداری، یک رنگی و یک جہتی غرضیکہ وہ تمام عناصر اور اقدار موجود ہیں۔ جو ایک صحت مند شاعری میں ہونے چاہئیں میں نے ان کا مسودہ بھی دیکھا ہے اور ان کو امرتسر کے مشاعرہ میں بھی سنا ہے۔ ان سے ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ آپ بے حد خلیق، فراخ دل اور عالی نظر ہیں۔ ایسے کردار اور ان خوبیوں کے شاعر کا کلام مقبول نہ ہو۔ اس کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔

(ڈاکٹر) شفا گوالیاری بھوپال

۳ جون ۱۹۶۷ء

قطعہ

زندگی کو آزما دیکھا بہت
موت کو بھی آزمانا چاہیے
تابکے آوارگیِ صبح و شام
آخرت کا بھی ٹھکانا چاہیے

کیوں کرلی اختیار خموشی جناب نے
بدمست تو کیا نہیں اب تک شراب نے

کشمیر بے نظیر

کشمیر بے نظیر مرا تجھ سے ہے گِلا
ساماں دل لگی کا مجھے کچھ نہیں ملا
آیا تھا تیرے واسطے دور و دراز سے
محرم ضرور تو تھی مرے دل کے راز سے
کیوں تجھ کو اعتراض ہے عشقِ مجاز پر
محمود ہوں فدا ہوں میں حسنِ ایاز پر
کیا کہہ رہے ہو تم کہ محبت بُری ہے شے
اس کے سوا جہان میں کیا اور کچھ بھی ہے
دیکھے ہیں خوش جمال جو وادی میں بیشمار
غیروں کے ساتھ دیکھ کے ہوتا ہوں بے قرار

ہمّت نہیں کہ دیکھوں میں جی بھر کے یہ چمن
لاچار مجھ کو جان کے ہوتے ہو طعنہ زن
اس ضعفِ دل کے عارضہ نے کر دیا ضعیف
ممکن تھا کہ یہ جسم میرا ہوتا یوں نحیف
مجھ سے نہ حال میرے غمِ نوجواں کا پوچھ
گر پوچھنا ہے حالِ دلِ ناتواں کا پوچھ
اس نے کیے عبور کئی بارِ بحرِ غم
ناز و ادا کے اس نے اٹھائے کئی ستم
سنتا ہے صرف حسن و محبت کی داستاں
صنفِ لطیف پر ہی مٹاتا ہے قلب و جاں
کیوں تجھ کو اعتراض ہے گر بت پرست ہوں
میں خوگرِ مجاز حقیقت پرست ہوں
کشتیِ دل کو چاہیے اس بحر سے گریز
پر کاش بحرِ عشق کی موجیں ہیں تند و تیز

غالب

غالب نے یوں لگا دیا علم و ادب کا باغ
اردو زباں کا ملک میں روشن ہوا چراغ
اس دلنشیں زباں کو کیا اس قدر بلند
ہر دل عزیز ہو گئی سب نے کیا پسند
غالب ہوئی یہ ملک کی ہر اک زبان پر
مقبول عام جس نے کی ہستی ہے نامور
تھا شاعرِ عظیم فضیلت کی حد تھا وہ
بیشک میں علم و فضل کے شہ زور اسد تھا وہ
پرکاش بھی تو ہو گیا مائل سلام پر
مدّت ہوئی فدا ہے وہ غالب کے نام پر

جلیاں والا باغ امرتسر

۱

جن شہیدوں سے ملا آزادیِ کامل کا تاج
گولڈن جوبلی منائی جا رہی ہے ان کی آج
اس قدر ظلم وستم اس باغ میں سرزد ہوئے
رکھ لی باغِ جلّیاں نے شہر امرتسر کی لاج
قتل و غارت دیکھ کر سب ہو گئے تھے دل شکن
شہر میں ہڑتال تھی اور بند تھے سب کام کاج
ملک کی خاطر جنھوں نے اپنی جانیں وار دیں
ان کی ہی قربانیوں سے مل گیا ہے اپنا راج

۲

ڈائر کے ظلم کو میں کروں کس طرح بیاں
جانیں تلف ہزار کیں جرنیل نے یہاں
اس باغِ جلیاں میں ہوا ظلم اس قدر
اتنے کیے ہیں قتل کہ ہرگز نہ تھا گماں
تھے نوجواں، بزرگ بھی اور اہل خانہ بھی
ڈائر کی گولیوں کا نشانہ بنے یہاں
وہ سب ہی بے گناہ تھے مجرم نہ تھا کوئی
اس طور ظلم کم ہوئے ہیں زیرِ آسماں
ہر ایک دل میں رنج تھا ہر ایک دل میں غم
کتنی ہے دردناک مظالم کی داستاں
ان کے کرم سے ملک ہے آزاد و بامراد
احسان ان کے گن نہیں سکتی کوئی زباں

ان کی نوازشوں کو بیاں کس طرح کریں
ممنون یہ جو دل ہیں وہ رکھتے نہیں زباں
پرکاش کی دعا ہے کہ اے مادرِ وطن
تجھ پر رہے ہمیشہ وہ خلّاق مہرباں

غزلیات میں بھارت کے محفل نواز شعرا میں
محسنِ اُردو رائے بہادر پرکاش چند مہرہ صاحب
امرتسر (مشرقی پنجاب)، کے کلام کی تابانی
قابلِ نظارہ ہے۔

طفیل ہوشیارپوری
مدیر محفل (پاکستان)

ارشادِ عالیہ

مجھے یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ رائے بہادر پرکاش چند مہرہ اپنا بہت ہی مختصر مجموعۂ کلام شائع کر رہے ہیں۔ لفظ مختصر میں نے اس لیے استعمال کیا ہے کہ مہرہ صاحب بہت کم شعر کہتے ہیں۔ گاہے گاہے طبیعت ادھر مائل ہوتی ہے تو دو چار شعر لکھ لیتے ہیں۔

میں یہ بھی یہاں لکھ دینا چاہتا ہوں، کہ شعر میں ان کے خیالات بڑے پاکیزہ ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ بڑے ادب نواز ہیں اور امرتسر کی ادبی سرگرمیوں میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ دعا ہے کہ یہ مختصر مجموعہ حسنِ قبول کا شرف حاصل کرے۔

جوشؔ ملسیانی

۲۷ ستمبر ۱۹۶۷ء

عرضِ حال

وہ شخص جو علم و ادب سے معمولی واقفیت رکھتا ہو شاعر کیسے ہو سکتا ہے

من آنم کہ من دانم

اس لیے میں اپنے آپ کو نہ شاعر سمجھتا ہوں، نہ شاعر کہتا ہوں۔ البتہ قدرتاً اوائلِ عمر سے ہی شعر و سخن سے دلچسپی تھی۔ ۱۹۱۲ء میں گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوا تو شوق اس قدر بڑھ گیا کہ ہر مشاعرہ میں جا کر شعرا کے کلام سے لطف اندوز ہوتا تھا۔ جب سے تُک بندی کی عادت بھی ہو گئی۔ غزلیات میں دلچسپی زیادہ تھی اور دیوان غالب پہ مفتون تھا۔ عرصہ چالیس سال کا ہوا جب امرتسر میں بزم سروش قائم ہوئی۔ چونکہ میں شاعر پرست تھا اس بزم کا سرگرم ممبر بن گیا اور بعد میں عہدہ نائب صدر کی عزت بھی عطا ہوئی۔ مشاعروں کے انتظام میں حصہ لینے کا خوشگوار نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کے شعرائے کرام سے